سید سلیمان بخاری

تحریک آزادی کشمیر کا آخری مرحلہ

نصف صدی سے زائد عرصہ بیت چکا ہے مگر کشمیری مسلمانوں کی قسمت ہنوز خوابیدہ ہے۔ ہندوستان سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل کرتا ہے نہ کشمیریوں کو حق خودارادیت سے بہرہ ور کرتا ہے۔ خطہ جنت نظیر میں ظلم و تشدد کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ اسی ہزار شہداء اور ہزاروں عفت مآب خواتین کی بے حرمتی اس پر مستزاد۔ مساجد اور مزارات اولیا کو گرا جلا کر اپنی جھوٹی انا کو تسکین دینے کے لئے متعصب بنئے ایک عفریت کا روپ دھار چکے ہیں۔ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار منقار زیر پر ہیں۔ بڑی طاقتیں ٹس سے مس نہیں ہوتیں۔ لگتا ہے کہ وہ اپنے نیچے تلے مشن کے تحت چار دانگ عالم میں مسلمانوں کا قتل عام کرا رہی ہیں۔ صدر کلنٹن بھارت کی ہمنوائی میں پاکستان پر اپنا دباؤ بڑھا رہا ہے۔ کہ حریت پسندوں کی امداد بند کر دی جائے۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ مجاھدین کو دہشت گرد کہا جانے لگا ہے حالانکہ وہ ایک غاصب کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔

مجاھدین آزادی کے تابڑ توڑ حملوں سے بوکھلا کر واجپائی نے صیہونیوں سے مدد طلب کی ہے۔ تازہ اطلاعات کے مطابق "موساد" نے مقبوضہ وادی میں موجود قادیانی تنظیم "انصار اللہ" کے بزرجمہروں کو مختلف ٹارگٹس سونپے ہیں۔ یہ حمایت بھارتی کمانڈوز کے ساتھ شانہ بہ شانہ اپنے فرائض منصبی انجام دے گی تاکہ کشمیر میں سرگرم عمل مجاہدین کے ٹھکانوں کو تلاش کر کے ان کو تہس نہس کر دیا جائے۔ ادھر امریکہ بہادر "حرکت الانصار" کے بعد اب کشمیری حریت پسندوں کی جماعتوں "حرکت جہاد اسلامی" اور "لشکر طیبہ" کو بھی دہشت گرد تنظیم قرار دینے والا ہے۔ کہتے ہیں "ساون کے اندھے کو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے"۔ یو۔ایس۔اے۔ کو بھی افغانوں، کشمیری مجاہدین، فلسطینی حریت پسندوں میں دہشت گرد ہی دہشت گرد نظر آتے ہیں۔

حریت کانفرنس کے رہنماء قید و بند کے مصائب سے دوچار ہیں۔ لیلائے حریت کے متوالوں کے لئے کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ جس عظیم راستے کا انہوں نے انتخاب کیا ہے۔ یہ سب باتیں اس راہ کے گل بوٹے ہیں۔ یہ کوئی نیا کام نہیں۔ تاریخ اپنے آپ کو دھرا رہی ہے۔ 1931ء میں مجلس احرار اسلام نے تحریک حریت کشمیر کا آغاز کیا تھا۔ جس میں امیر شریعت بطل حریت، خطیب الامت حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے قیادت کرتے ہوئے پوری توانائیاں صرف کر دی تھیں۔ پچاس ہزار سرخ پوش احرار رضاکاروں نے کشمیر کی جیلیں بھر دی تھیں، کئی جیالوں نے اپنے تازہ اور گرم لہو سے مستقبل کی تاریخ رقم کی تھی جسے آج دھرایا جا رہا ہے۔ شاہ جیؒ فرمایا کرتے تھے "فرنگیوں سے انصاف کی بھیک مت مانگو کہ اسکا انصاف تو بندر بانٹ جیسا ہے۔" مگر کیا کیجئے۔ ہم آج بھی استعمار پسندوں سے انصاف کی خیرات مانگنے انکے دروازوں کے بار بار چکر لگا رہے ہیں اور کوئی امید بر نہیں آتی۔ یہ بھی تو اچنبھے کی بات ہے نا کہ بقول شاعر

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

خدا معلوم ہماری یہ عادت کب چھوٹے گی۔

یہ حقیقت ہے کہ تنازعہ کشمیر تقسیم ہند کے ایجنڈے ہی کا حصہ تھا مگر سر ظفر اللہ کی چیرہ دستیوں کے باعث آج تک تصفیہ طلب ہے۔ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو نے بالکل درست کہا کہ بھارت سے صرف کشمیر پر مذاکرات ہو سکتے ہیں۔ اسے جموں و کشمیر سے اپنی سات لاکھ فوج کو نکال لینا چاہیے تاکہ برصغیر میں امن و آشتی کی فضا قائم ہو سکے۔ اور ریاست کے باشندے اپنا حق خودارادیت آزادانہ فضا میں استعمال کر سکیں۔ عراق میں یو این او کا فوری ایکشن بوسنیا ہرزی گووینا میں کارروائی حال ہی میں جزیرہ نما تیمور میں اسکی افواج کا طوفانی داخلہ اس کیفیت کا عکاس ہے کہ اگر وہ چاہے تو سب کچھ درست سمت میں چل سکتا ہے لیکن شاید وہ ایسا چاہتے نہیں یہ ان بڑوں کی بے تحاشا منافقت اور انکے ڈبل سٹینڈرڈ ہونے کی محکم دلیل ہے۔

پاکستان میں موجود خاص ذہنیت کے حامل لکھاری اور بہت سے قادیانی دانشور کسی کے اشارہ ابرو کے تحت ایک غلغلہ سا بپا کئے ہوئے ہیں۔ وہ نسل نو کو کئی ایک اشکالات میں مبتلا کر رہے ہیں کہ کشمیر کو ایک خود مختار ریاست ہونا چاہیے۔ کچھ کہتے ہیں اسے "بفر سٹیٹ" Buffer State کی صورت میں یو این او کے عقد میں دیدینا چاہیے۔ کئی یہ کہتے سنے اور لکھتے دیکھے گئے کہ کشمیر بھی تقسیم ہونا چاہیے۔ وغیرہ وغیرہ پھر اس پر عجیب الخلقت فلسفے بگھارے جاتے ہیں

"خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیئے"

ستم تو یہ ہے کہ ایسی دور کی کوڑیاں لانے والے نام نہاد دانشوران سیاست کو اخبارات بھی آزادی رائے کے اصول کے تحت اپنے صفحات پر خوب جگہ دیتے ہیں۔ لوگ اس طرح کی باتیں پڑھ سن کر بھٹک بھی سکتے ہیں اسلئے مدیران جرائد اپنے لئے کوئی حب الوطنی پر مبنی ضابطہ اخلاق قائم کریں تاکہ قوم ذہنی طور پر تقسیم در تقسیم کا شکار نہ ہو جائے۔

راقم کی دیانتدارانہ رائے ہے کہ حریت پسندوں نے قربانی و ایثار کا جو انداز بے پناہ اپنایا ہے اگر یہ پوری سج دھج سے قائم رہا تو حالات بتا رہے ہیں کہ تحریک حریت کشمیر کا آخری مرحلہ شروع ہو چکا ہے جس میں اسلامیان پاکستان کی اخلاقی اور فکری توانائیاں مجاہدین کے ہمرکاب ہونا چاہئیں۔ منتشر الذہن قوم یہ کام نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے اندرونی اتحاد و یکجہتی اور فکری یگانگت بہت ضروری ہے۔ ہمارے دانشوروں اور اخباری کالم نگاروں کو تنقید و تنقیص کا راستہ تبدیل کرنا ہوگا۔ ایسے موقعوں پر راہیوں کو ڈھارس کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اور ہمارے اخبارات و رسائل مثبت انداز اپنا کر یہ کام بہ حسن و خوبی انجام دے سکتے ہیں۔ سری نگر کی دختران ملت پکار پکار کر ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق بڑے اصرار سے یاد کرا رہی ہیں۔ انکی قربانیوں نے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔ ہم ٹی وی کی تصویری جھلکیوں میں انہیں نعرہ زنی کرتے اور بھارتی سورماؤں سے رائفلوں کے بٹ اور ڈنڈے کھاتے دیکھ کر بے اختیار داد دیتے ہیں۔ مگر اسکے بعد ہمارا جذبہ جہاد گہری نیند سو جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کشمیریوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیلئے ہمیں اپنے آپ کو انکے رنگ میں رنگنا ہوگا۔ اپنے جذبات انکے جذبات سے ملانے ہوں گے۔ اپنی سوچوں کو انکی سوچوں کے ہم آہنگ کرنا ہوگا۔ بل کلنٹن سے آزادی کا صدقہ و خیرات مانگنے کی بجائے مجاہدین آزادی کو تیز گام کرنا ہوگا کہ حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے یہی فرمایا تھا

تیز ترک گامزن۔ منزل ما دور نیست